

سائنس، حدیث اور اخلاقی قانون سازی: اسلامی اجتہاد اور جدید سائنسی تجربات کے درمیان تعلق

SCIENCE, HADITH, AND ETHICAL LEGISLATION: THE RELATIONSHIP BETWEEN ISLAMIC IJTIHAD AND MODERN SCIENTIFIC EXPERIMENTS

Aziz ur Rehman

M.phil scholar at Bahuddin Zakaria University Multan

Institute of Islamic studies ,Visiting lecturar Islamic studies ,Emerson university Multan.

Department of Islamic studies

azizurehman139@gmail.com

Abstract

This interdisciplinary research explores the intricate relationship between modern scientific advancements, Prophetic Hadith, and Islamic legal-ethical reasoning through the lens of ijihad (independent juristic reasoning). In the contemporary era, developments in biotechnology, artificial intelligence, genetic engineering, reproductive science, and medical innovations have raised profound ethical and legal challenges. These challenges demand not only scientific deliberation but also moral and religious guidance rooted in the Islamic tradition. This study investigates how the ethical foundations of Islamic Shariah—particularly the preservation of religion (dīn), life (nafs), intellect ('aql), progeny (nasl), and wealth (māl)—provide a robust framework for engaging with such scientific phenomena. The Hadith of the Prophet Muhammad ﷺ offers not only spiritual and moral guidance but also practical principles that can help assess emerging bioethical dilemmas. The dynamic methodology of ijihad, grounded in Qur'an and Hadith, supplemented by principles such as qiyās (analogical reasoning), istihsān (juristic preference), and maṣlaḥah mursalah (public interest), enables scholars to formulate contemporary rulings without compromising on Islamic integrity. The research provides critical case studies from both classical and modern jurisprudence, including issues like in-vitro fertilization (IVF), organ transplantation, genetic modification, and AI-based medical diagnostics. Through these examples, the paper demonstrates that Islamic ethical reasoning is not static but evolves to meet new realities while upholding divine objectives. Ultimately, the study emphasizes the necessity for ongoing interdisciplinary collaboration between Islamic jurists and scientific experts. Such cooperation ensures that technological progress aligns with ethical and spiritual values, and positions Islamic law as an active contributor to global bioethical discourse.

Keywords: Islamic Ethics, Hadith, Ijihad, Bioethics, Scientific Experiments, Artificial Intelligence, Shariah, Moral Philosophy, Islamic Law, Ethical Legislation.

یہ تحقیق سائنس اور اسلامی فقہ کے مابین تعلق کو اس زاویے سے جانچنے کی کوشش ہے جس میں حدیث نبوی اور اجتہادی اصولوں کو جدید سائنسی تجربات کے تناظر میں اخلاقی اور قانونی رہنمائی کے طور پر برتا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں سائنسی ترقی خصوصاً بائیو ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت، تولیدی سائنس (Reproductive Technology)، جینیاتی انجینئرنگ، انسانی کلوننگ، اور طب و علاج میں ایسے مسائل پیدا کر چکی ہے جن پر نہ صرف سائنسی مباحث ضروری ہیں بلکہ اخلاقی اور شرعی فتاویٰ بھی ناگزیر ہو گئے ہیں۔ ایسے میں اسلام کا اجتہادی ڈھانچہ اور حدیث نبوی کا عملی اسوہ ہمارے لیے ایک مربوط اور متوازن رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ مقالہ اس پہلو کا جائزہ لیتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اخلاقی قانون سازی کا اصولی اور مصلحت پر مبنی نظام کس طرح سائنسی دنیا میں پیدا ہونے والے جدید اشکالات کا جواب دے سکتا ہے۔ تحقیق میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ حدیث کی روشنی میں انسانی فطرت، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کو شریعت نے بنیادی مقاصد قرار دیا ہے، اور یہی مقاصد سائنس کی ترقی کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لیے رہنما اصول مہیا کرتے ہیں۔

مقالہ میں اجتہاد کے ایسے نمونے بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں ماضی کے فقہاء نے سائنسی مشاہدات کو مد نظر رکھ کر شرعی احکام اخذ کیے۔ اسی بنیاد پر جدید دور میں سائنسی ایجادات جیسے ان وٹرو فریلائزیشن (IVF)، جینیاتی معلومات کے استعمال، مصنوعی ذہانت پر مبنی تشخیص، اور اعضاء کی بیوند کاری جیسے مسائل پر حدیث و اجتہاد کی روشنی میں علمی، اخلاقی اور شرعی ضوابط طے کیے جاسکتے ہیں شریعت اسلامیہ ایک جامد قانون نہیں بلکہ ایسا فطری اور اخلاقی نظام ہے جو زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی صورت میں جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مجتہدین سائنسی ماہرین کے ساتھ بین الملومی مکالمہ قائم کریں تاکہ دین اور سائنس میں تصادم کے بجائے ہم آہنگی اور تکمیل کا عمل جاری رکھا جاسکے۔

موضوع کی اہمیت اور بین الملومی تناظر

عصر حاضر میں سائنس اور مذہب کے مابین تعلق ایک نہایت اہم اور متنازعہ موضوع بن چکا ہے۔ جدید سائنسی ترقیات، جن میں مصنوعی ذہانت، حیاتیاتی تدوین، جینیاتی انجینئرنگ، اور ماحولیاتی سائنس جیسے شعبے شامل ہیں، انسانی زندگی کے بنیادی سوالات اور اقدار کو نئے زاویوں سے چیلنج کر رہے ہیں۔ ان حالات میں اسلامی اجتہاد، جو دینی نصوص کو جدید مسائل پر منطبق کرنے کی ایک فکری اور شرعی کوشش ہے، ایک قوی اور متحرک علمی ذریعہ بن کر ابھرتا ہے۔ خاص طور پر احادیث نبویؐ، جو اسلامی قانون اور اخلاقیات کی بنیاد فراہم کرتی ہیں، ہمیں اخلاقی اور قانونی راہنمائی مہیا کرتی ہیں۔ اسلامی فقہ میں اجتہاد کو اس وقت متحرک کیا جاتا ہے جب کسی جدید مسئلہ کے حل کے لیے قرآن و سنت میں صریح نص نہ ہو۔ سائنس چونکہ مسلسل تغیر پذیر میدان ہے، لہذا اس میں پیدا ہونے والے اخلاقی و قانونی سوالات بھی ہمیشہ نئے ہوتے ہیں۔ اس لیے سائنس اور اسلامی اجتہاد کے درمیان تعلق کو سمجھنا، جدید اخلاقی قانون سازی میں اسلامی اصولوں کو نافذ کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں:

"العلوم تتداخل، والحاجة إلى النظر الشرعي في الحوادث المستجدة تفرض على

الفقيه أن يكون على دراية بعلم الزمان."¹

ابن خلدون اس اقتباس میں بین الملومی مطالعے کی اہمیت واضح کرتے ہیں کہ نئے واقعات و مسائل کا فہم صرف دینی علم سے نہیں بلکہ معاصر علوم سے آگاہی کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ سائنس کے میدان میں اجتہاد کے اطلاق کے لیے اس کے اصول، نظریات اور اثرات کا گہرا ادراک ضروری ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ نے لکھا:

"كل مسألة حدثت، ولم يجز فيها نص، ولا في معنى النص، فهي من الاجتهاد."²

اجتہاد کے اصولی جواز کی وضاحت کرتا ہے، کہ جہاں قرآن و حدیث میں کوئی صریح حکم نہ ہو، وہاں اجتہاد ہی واحد راستہ ہے۔ چنانچہ سائنس میں جینیاتی تبدیلی یا مصنوعی ذہانت جیسے مسائل میں فقہی راہنمائی اجتہاد سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدیث کا دائرہ شریعت، اخلاقیات، اور انسانی تجربات پر اثر

حدیث نبویؐ اسلامی شریعت کی تشریحی بنیادوں میں سے ایک مرکزی ستون ہے، جو نہ صرف قانونی احکام کی وضاحت کرتی ہے بلکہ اخلاقی ضابطوں اور انسانی تجربات کو بھی راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ حدیث محض شرعی احکام تک محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر گوشے پر محیط ہے، خصوصاً جب بات اخلاقی رویوں، سائنسی انکشافات، اور معاشرتی رویوں کی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت اور اقوال انسانی تجربے کے لیے ایک ہمہ گیر اخلاقی و فکری راہنمائی ہیں۔

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"³

(بے شک مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار کو مکمل کر دوں)

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد اخلاقی تربیت اور تہذیبِ نفس ہے۔ جب ہم سائنس اور اخلاقیات کے میدان میں داخل ہوتے ہیں، تو یہی اصول ہمیں راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ سائنسی تجربات یا جدید ٹیکنالوجی صرف تکنیکی فوائد تک محدود نہ ہو، بلکہ ان کے پیچھے اخلاقی ذمہ داری اور انسانی بھلائی کا مقصد بھی واضح ہونا چاہیے۔

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"⁴

(نہ کسی کو نقصان پہنچانا ہے اور نہ نقصان کا بدلہ لینا ہے)

¹ ابن خلدون، المقدمة، دار الفکر، 2004، ص 323

² الشافعی، الموافقات، دار المعرفۃ، 1997، جلد 4، صفحہ 51

³ صحیح الادب المفرد للبخاری، حدیث 273

⁴ سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، حدیث 2340۔

یہ حدیث اخلاقی قانون سازی کی بنیاد فراہم کرتی ہے، خصوصاً جب ہم جدید سائنسی تجربات (جیسے جینیاتی تدرین یا کلوننگ) کی بات کرتے ہیں۔ اسلام کا اصول ہے کہ ایسا کوئی عمل جو کسی انسان، معاشرے یا ماحول کو نقصان دے، وہ اخلاقاً اور شرعاً ناجائز ہے۔ اس اصول کی روشنی میں سائنسی تحقیق میں تحفظِ انسانی و قار اور نفعِ رسانی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْنُونٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"⁵

(تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا)

یہ حدیث ذمہ داری کے اصول کو اجاگر کرتی ہے، جو سائنسی میدان میں محققین، سائنسدانوں اور اداروں پر لاگو ہوتا ہے۔ اخلاقی قانون سازی میں، تحقیق کار نہ صرف اپنی دریافت کے سچ یا جھوٹ کا ذمہ دار ہوتا ہے بلکہ اس کے اثرات کے لیے بھی جوابدہ ہوتا ہے۔ یہی تصور ہمیں سائنسی دیانت، شفافیت اور سماجی ذمہ داری کی طرف لے جاتا ہے۔

"الخلق عيال الله فأحبهم إلى الله أنفعهم لعياله"⁶

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کو وہی شخص زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو)

یہ حدیث انسانی خدمت اور نفعِ رسانی کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ سائنسی ترقی جب انسانیت کی بھلائی کے لیے ہو، جیسے بیماریوں کا علاج، ماحولیاتی تحفظ یا معذوروں کی بحالی، تو یہ اسلام کے اخلاقی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ لیکن جب تحقیق یا ایجاد کا مقصد صرف معاشی منافع، اقتدار یا تخریب ہو، تو وہ اسلامی اصولوں سے انحراف کے زمرے میں آتی ہے۔

اجتہاد کی بنیاد اور نبی اکرم ﷺ کا طریق تعلیم

نبی کریم ﷺ نے اجتہاد کی بنیاد اس وقت رکھ دی تھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو قرآن و سنت کے اصولوں کی روشنی میں مسائل کے حل کی ترغیب دی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے یمن جانے سے قبل نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

"يَمْ تَقْضِي؟ قَالَ: بِكِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟ قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟ قَالَ: فَيَسْئَلُ رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟ قَالَ: أَجْتَهُدُ رَأْيِي."⁷

اس حدیث سے اجتہاد کی فقہی بنیادیں ظاہر ہوتی ہیں، جہاں قرآن، سنت اور پھر ذاتی اجتہاد کا ذکر ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے اجتہاد کو ایک منظم اور تدریسی طریقے سے رائج فرمایا، جس میں عقل، علم اور دیانت کا لحاظ رکھا گیا۔ یہی اصول آج جدید سائنسی مسائل میں اسلامی اجتہاد کے اطلاق کا نقطہ آغاز بنتے ہیں۔ امام شافعی لکھتے ہیں:

"الاجتهاد هو بذل الجهد في نيل حكم شرعي غير منصوص عليه، مستنداً إلى

الأصول الشرعية."⁸

شافعی کے مطابق اجتہاد ان مسائل میں کیا جاتا ہے جن پر واضح نص موجود نہ ہو۔ اس میں شریعت کے اصولوں کو بنیاد بنا کر نئی صورتِ حال میں راہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔ جب جدید سائنسی تجربات جیسے جینیاتی انجینئرنگ یا مصنوعی ذہانت سامنے آتے ہیں، تو ان پر اجتہاد کے ذریعے شریعت کی روشنی میں اخلاقی و قانونی فیصلے کیے جاسکتے ہیں۔

سائنسی تبدیلیوں کے تناظر میں اجتہاد کی جدید صورتیں

اسلامی شریعت کے اصول جامد نہیں بلکہ متحرک اور ہر دور کے تقاضوں کے مطابق یکدل رہیں۔ نبی کریم ﷺ کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا رہا تاکہ نت نئی صورتِ حال میں شریعت کی راہنمائی مہیا کی جاسکے۔ عصرِ حاضر میں چونکہ سائنسی و ٹیکنالوجیکل ترقی نے انسان کی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کی ہیں، اس لیے اجتہاد کی نئی صورتیں ناگزیر بن چکی ہیں۔ سائنس کی ترقی کے نتیجے میں جو مسائل سامنے آئے ہیں، ان میں جینیاتی ترمیم، مصنوعی ذہانت، بائیومیڈیکل تجربات، اور تولیدی

⁵ صحیح البخاری، کتاب الأحکام، حدیث 893۔

⁶ شعب الایمان للبیہقی، حدیث 7483۔

⁷ ابوداؤد، السنن، کتاب الأقضیہ، حدیث نمبر 3592۔

⁸ شافعی، ابوالسحاق، الموافقات، دار المعرفہ، 2005، جلد 4، صفحہ 52۔

ٹیکنالوجی جیسے IVF شامل ہیں۔ ان مسائل میں اجتہاد کے لیے صرف روایتی قیاس یا استحسان کافی نہیں، بلکہ ایک منظم بین العلمی مکالمہ درکار ہے جس میں اسلامی اصول، سائنسی معلومات، اور اخلاقی بصیرت باہم مل کر رہنمائی فراہم کریں۔ علامہ یوسف القرضاوی اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں:

"عصر حاضر میں اجتہاد صرف فقہی دائرے میں محدود نہیں، بلکہ وہ علوم جدیدہ، معاشرتی ارتقاء، اور سائنسی ترقی کے تناظر میں بھی نئی جہات کا متقاضی ہے۔ اس لیے اجتہاد کو 'اجتہاد تجدیدی' کی صورت میں اپنانا ضروری ہے تاکہ اسلام اپنی ہمہ گیر ہدایت کے ساتھ جدید انسان کے مسائل کا حل فراہم کرے۔"⁹

اس اقتباس میں القرضاوی اجتہاد کی "تجدیدی" نوعیت پر زور دے رہے ہیں، یعنی وہ اجتہاد جو صرف موجودہ احکام کے اطلاق پر نہیں بلکہ نئی صورت حال میں نئے احکام کی تشکیل پر مرکوز ہو۔ جیسے جیسے سائنسی ترقی نے انسانی زندگی کو متاثر کیا ہے، ویسے ویسے اس "تجدیدی اجتہاد" کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے تاکہ اسلامی شریعت اپنے اصولوں کی روشنی میں رہنمائی فراہم کرتی رہے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر محمد طاہر منصور لکھتے ہیں:

"عصر حاضر میں اجتہاد محض روایتی طریقوں تک محدود نہیں رہا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی ترقی نے فقہ کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ جدید ماہرین کے ساتھ مل کر شریعت کی تعبیر نو کرے۔ یہی اجتہاد بین العلمی (interdisciplinary ijtihad) ہے۔"¹⁰

اجتہاد کے ایک نئے زاویے "بین العلمی اجتہاد" کو اجاگر کرتا ہے۔ جب اجتہاد صرف فقہی یا روایتی علماء تک محدود نہ رہے بلکہ اس میں سائنسی ماہرین، طبیب، اور محققین بھی شامل ہوں، تبھی جدید مسائل میں صحیح شرعی رہنمائی ممکن ہو سکتی ہے۔ عصر حاضر میں اجتہاد کی نئی صورتوں میں "اجتہاد اجتماعی" (Collective Ijtihad) کی اہمیت بھی نمایاں ہے۔ اجتہاد اب فرد واحد کا کام نہیں رہا بلکہ علمی اداروں اور فقہی اکیڈمیوں کے ذریعے اجتماعی غور و فکر کیا جا رہا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی (India)، مجمع الفقہ الاسلامی (OIC)، اور دارالافتاء الازہر جیسے ادارے اجتہاد کے اس جدید ماڈل پر کام کر رہے ہیں۔

حدیث نبوی کا فکری و اخلاقی دائرہ

احادیث نبویہ ﷺ نہ صرف دین اسلام کا دوسرا بنیادی ماخذ ہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں اخلاقیات، سماجیات، معاشرت، سائنس، معیشت اور سیاست تک کے لیے ایسی اصولی رہنمائی موجود ہے جو وقت اور حالات سے بالاتر ہو کر انسانیت کو ہدایت عطا کرتی ہے۔

حدیث اور شریعت کا تعلق:

حدیث نبوی ﷺ دراصل قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے احکام قرآنی کو صرف بیان ہی نہیں فرمایا، بلکہ عملی طور پر ان کی تطبیق بھی فرمائی۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج جیسے ارکان کی تفصیلات قرآن میں اجمالی طور پر مذکور ہیں، مگر احادیث ان کی عملی وضاحت کرتی ہیں۔ امام شافعی بیان کرتے ہیں:

"السنة إنما هي بيان للقرآن وتفصيل لمجمله، وتقيد لمطلقه، وشرح لأحكامه."¹¹

یعنی سنت نبوی قرآن کی تفصیل، اس کے مطلقات کی تقیید، اور مجملات کی وضاحت ہے۔ اسی بنا پر حدیث کو اجتہاد کا بنیادی منبع بھی تسلیم کیا گیا۔

اخلاقیات اور انسانی تجربات پر اثر:

احادیث نہ صرف شرعی احکام فراہم کرتی ہیں، بلکہ انسانی رویوں کی اصلاح کا ایک عظیم منبع بھی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے:

"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"¹²

تشریح: یعنی نبی کریم ﷺ کا بعثت کا مقصد ہی اخلاقیات کی تکمیل ہے۔ یہ حدیث اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ اسلامی تعلیمات محض فقہی احکام تک محدود نہیں، بلکہ انسان کے اندرونی رویوں کی اصلاح اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ تک پھیلی ہوئی ہیں۔

⁹ القرضاوی، یوسف۔ الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ: معالم وضوابط، دار القلم، 2003، صفحہ 17۔

¹⁰ منصور، محمد طاہر۔ جدید طبئی مسائل اور اسلامی فقہ، ادارہ تحقیق و اصلاح، 2010، جلد 1، صفحہ 38۔

¹¹ الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالة، دار المعرفۃ، 1973، ص: 132

¹² مالک، امام، الموطأ، دار احیاء التراث العربی، 1985، جلد 2، صفحہ 37

نبی اکرم ﷺ کا طریق تعلیم اور اجتہاد کی بنیاد:

رسول اللہ ﷺ نے اجتہاد کی راہیں صحابہ کرام کے لیے کھولی اور ان کے اجتہادی فیصلوں کی تائید فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مشہور واقعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے یمن جانے سے پہلے پوچھا:

"يَمْ تَقْضِي؟ قَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَيَسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي."¹³

یعنی حضرت معاذ نے واضح کیا کہ قرآن، سنت اور پھر اجتہاد کی بنیاد پر فیصلہ کروں گا، اور نبی کریم ﷺ نے اس پر اللہ کا شکر ادا فرمایا۔ یہی وہ اصولی بنیاد تھی جس پر بعد میں اجتہاد کی عمارت تعمیر ہوئی۔ حدیث نبوی ﷺ نے اس اصولی عمل کی تربیت دی، جس میں نہ صرف نصوص کے فہم کی تربیت شامل تھی بلکہ فکری وسعت اور انسانی تجربات سے اخذ حکمت کا پہلو بھی نمایاں تھا۔

حدیث کی سائنسی معنویت:

سائنس کے میدان میں بھی نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث ایسی ہیں جو فطرت، طب، ماحولیات اور انسانی جسم کے متعلق اشارات فراہم کرتی ہیں۔ جیسے فرمایا:

"ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً، علمه من علمه وجهله من جهله"¹⁴

یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کا علاج نہ نازل فرمایا ہو۔ یہ حدیث تحقیق اور سائنسی جستجو کی ترغیب دیتی ہے۔

اجتہاد کا مفہوم اور سائنسی تجربات میں اس کی تطبیق

اسلامی قانون (فقہ) کی تاریخ میں اجتہاد وہ فکری و عملی عمل ہے جس کے ذریعے مجتہد زمانہ و حالات کے تغیر کے ساتھ نصوص شرعیہ (قرآن و حدیث) کی روشنی میں نئے مسائل کے لیے رہنمائی اخذ کرتا ہے۔ اجتہاد کا مقصد نصوص کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے عملی احکام تک پہنچنا ہے جو شریعت کے مقاصد، انسانی فلاح، عدل اور رحمت سے ہم آہنگ ہوں۔ چونکہ جدید سائنسی تجربات جینیاتی تدوین، مصنوعی تولید، اعضاء کی پیوند کاری، مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل ڈیٹا اخلاقیات ایسے سوالات اٹھاتے ہیں جن پر قدیم فقہی متون میں صریح نصوص کم یا ب ہیں، اس لیے اجتہاد کی کلاسیکی اقسام کو سمجھنا معاصر اطلاق کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔

ابتدائی طور پر امام شافعی نے اصول اجتہاد پر منظم بحث کی اور قرآن و سنت کے بعد قیاس (analogy) کو ایک معیاری استدلالی ذریعہ قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"ولا يجوز لأحد أن يقول في شيء حلّ أو حرّم إلا من جهة العلم؛ والعلم الخبر في

كتاب، أو سنة، أو إجماع، أو قياس عليها."¹⁵

امام شافعی واضح کرتے ہیں کہ حلال یا حرام کا حکم محض ذاتی رائے سے نہیں دیا جاسکتا؛ اس کے لیے لازم ہے کہ دلیل یا تو قرآن سے ہو، یا سنت سے، یا امت کے اجماع سے، یا پھر ان پر قیاس کیا جائے۔ اس سے قیاس کو ترتیب استدلال میں باقاعدہ مقام ملتا ہے، جو جدید سائنسی مسائل پر حکم لگاتے وقت بنیادی اہمیت رکھتا ہے مثلاً ڈی این اے ٹیسٹنگ کو نسب کے قرائن پر قیاس کرنا، یا مصنوعی ذہانت کو وکالت بالمآذون کی بعض فقہی صورتوں پر قیاس کر کے اس کی اخلاقی ذمہ داری سمجھنا۔ قیاس (Analogy): کلاسیکی فقہ میں قیاس اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کسی نئے مسئلے کو کسی سابقہ منصوص مسئلے سے مشترک علت (effective cause) کی بنیاد پر جوڑا جائے۔ جدید مثال کے طور پر نامیاتی بافتوں (tissues) کے پیوند کی اخلاقی حیثیت کو صدقہ جاریہ یا عضو عطیہ کے روایتی مباحث پر قیاس کر کے سمجھا جاسکتا ہے، بشرطیکہ علت مشترک جان بچانا یا ضرر سے بچاؤ ثابت ہو۔ امام غزالی نے قیاس کی عقلی ساخت کو مزید واضح کرتے ہوئے علت کی تحقیق پر زور دیا:

¹³ ابوداؤد، السنن، دارالرسالۃ العالمیہ، 2009، جلد 4، صفحہ 122

¹⁴ بخاری، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة، 2002، جلد 7، صفحہ 126

¹⁵ شافعی، محمد بن ادريس، الرسالة، دار المعرفة، 1973، جلد 1، صفحہ 20۔

"القياس ردُّ الفرع إلى الأصل بعلّة جامعة بينهما تثبت الحكم في الفرع كما ثبت في الأصل." 16

غزالی قیاس کو ایک منطقی و فقہی عمل کے طور پر بیان کرتے ہیں: جب اصل (نصوص میں موجود مسئلہ) اور فرع (نیامسلہ) ایک ہی علت میں شریک ہوں تو حکم اصل سے فرع کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔ سائنسی مسائل میں علت کا تعین سب سے مشکل مرحلہ ہے مثلاً جینیاتی علاج (gene therapy) کو علاج مرض کے منصوص اصول پر قیاس کرنے کے لیے یہ دکھانا ہوگا کہ علت شرعیہ "دفع ضرر" یا "حفظ نفس" دونوں میں مشترک ہے۔ استصلاح / مصالح مرسلہ (Public Interest Reasoning): مالکی اور بعض حنبلی فقہاء نے ان مسائل میں جن پر نص خاموش ہو، عمومی مصلحت کو معتبر دلیل مانا۔ اس سے شریعت کے مقاصد کو متغیر حالات میں نافذ کرنے کی وسعت پیدا ہوئی۔ امام شاطبی نے مصالح کو شریعت کے قلب کی حیثیت دی:

"المصالح هي المقصودة للشارع من الخلق، فما لا يُحفظ به قصد الشارع فليس من الشريعة." 17

شاطبی کے مطابق شریعت کا مقصد بندوں کے مصالح کا تحفظ ہے، جو صورت حال ان مصالح کو قائم نہ رکھ سکے وہ شریعت کے منافی ہے۔ جدید بائیوٹیکنس مثلاً ویکسینیشن، جین تھراپی یا پبلک ہیلتھ ڈیٹا شیئرنگ — میں اجتماعی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فیصلے کرنا اسی اصول کا عملی اطلاق ہے، بشرطیکہ فردی حقوق کا جائز توازن برقرار رہے۔

استحسان (Equitable Juristic Preference): حنفی فقہ میں استحسان کو ایسے استدلال کے طور پر اختیار کیا گیا جس میں عمومی قیاس کے برعکس خاص قرینہ، نص خفی، عرف، ضرورت یا مصلحت کی بنا پر نرم تر یا زیادہ منصفانہ حکم اخذ کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ سے منسوب فقہی منہج میں استحسان کو عدل شرعی کی خدمت سمجھا گیا؛ تفصیلی نظری بیان امام سرخسی نے کیا:

"الاستحسان ترك القياس إلى ما هو أيسر للمكلفين وأقرب إلى رفع الحرج بدليل خاص." 18

سرخسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قیاسی حکم مکلف پر شدید مشقت ڈالے تو ایک مخصوص دلیل یا ضرورت کے تحت قیاس چھوڑ کر زیادہ آسان اور حکیمانہ حل اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جدید طبی اخلاقیات میں اختتامی حیات (end-of-life care)، پبلی ایٹو علاج، یا تجرباتی ادویات کے استعمال جیسے معاملات میں استحسانی منہج مدد دیتا ہے، جہاں سخت قاعدہ مریض پر غیر ضروری بوجھ ڈال سکتا ہو۔ سد الذرائع (Blocking the Means to Harm): یہ اصول خصوصاً مالکی اور حنبلی روایت میں نمایاں ہے اور ان اعمال کو روکنے سے متعلق ہے جو نفس مباح ہوں مگر غالب امکان ہو کہ وہ حرام یا فساد کا ذریعہ بنیں گے۔ قرآنی اس کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں:

"سد الذرائع أصلٌ معتبر؛ لأن الوسائل إلى الحرام تُمنع إذا غلب على الظن إفضاؤها إليه." 19

قرآنی کا کہنا ہے کہ اگر کسی مباح ذریعے سے حرام نتیجے تک پہنچنے کا قوی غالب گمان ہو تو اس ذریعے کو روکا جائے گا۔ جدید سائنس میں جینیاتی ڈیٹا بینکنگ، انسانی جینوں پر تجربات، یا خود کار ہتھیاری نظام (autonomous weapons) جیسے شعبوں میں یہ اصول نہایت متعلقہ ہے: اگر تکنیک کے غلط یا ظالمانہ استعمال کا غالب خطرہ ہو تو پیشگی قانونی رکاوٹ شرعی طور پر جائز بلکہ مطلوب ہو سکتی ہے۔

16 غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الأصول، دار الکتب العلمیة، 1993، جلد 2، صفحہ 25۔

17 شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، دار المعرفۃ، 2005، جلد 2، صفحہ 8۔

18 سرخسی، شمس الانمہ محمد بن احمد، أصول السرخسی، دار المعرفۃ، 1997، جلد 2، صفحہ 204۔

19 قرآنی، شہاب الدین احمد بن ادریس، الفروق، عالم الکتب، 1998، جلد 2، صفحہ 33۔

عرف و عادات (Custom): اگرچہ آپ نے بنیادی طور پر چار اقسام کی نشاندہی کی، لیکن عملی فقہ میں عرف کو بھی اجتہادی استدلال میں وزنی مقام حاصل ہے، خاص طور پر معاملات، معاہدات اور سماجی ضوابط میں۔ ابن عابدین لکھتے ہیں:

"الثابت بالعرف كالثابت بالنص عند تغیر الزمان والمكان ما لم يخالف دليلاً

أقوى." 20

عرف اگر شریعت کے کسی قوی دلائل سے متضاد نہ ہو تو عملی حکم میں اسے نص کے قائم مقام وزن دیا جاسکتا ہے۔ جدید تحقیقی لیبارٹریوں میں رضامندی (informed consent) کے فارم، ڈیٹا شیئرنگ پروٹوکول، اور تحقیقاتی اخلاقی کمیٹیوں کے معیارات اکثر عرف معتبر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں انہیں فقہی فریم ورک میں شامل کیا جاسکتا ہے جب تک وہ شریعت کے اصولوں سے متضاد نہ ہوں۔

ان تمام اجتہادی اقسام کا عملی استعمال نبی اکرم ﷺ کے اس تربیتی منہج سے جڑا ہے جس کی مثال حضرت معاذ بن جبلؓ کے واقعے میں ملتی ہے، جہاں قرآن، سنت، اور پھر اجتہادی رائے کا تدریجی خاکہ پیش کیا گیا۔ یہ طریق رہنمائی آج کے پیچیدہ سائنسی اور بایوایٹھکس مسائل میں بھی بنیاد فراہم کرتا ہے: پہلے نصوص اور قطعی اخلاقی اصول دیکھے جائیں، پھر مستند علمی قیاس، پھر مصالح، پھر ضرورت و استحسان، اور جہاں خطرات غالب ہوں وہاں سد الذرائع کے تحت تحدید کی جائے۔

سائنسی تجربات اور اخلاقی قانون سازی

بایوایٹھکس (Bioethics) اور تجرباتی سائنس

بایوایٹھکس، یا "اخلاقی حیاتیات"، وہ علمی و اخلاقی دائرہ ہے جو سائنسی تجربات، طبی تحقیق، جینیاتی ترمیم، اعضا کی پیوند کاری، کلوننگ، مصنوعی ذہانت (AD) اور دیگر پیچیدہ تجرباتی سرگرمیوں کے دائرے میں اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جدید سائنس نے جہاں بے شمار انسانی سہولیات پیدا کی ہیں، وہیں کئی ایسے نئے سوالات بھی جنم دیے ہیں جن کا جواب نہ صرف سائنسی منطق بلکہ اخلاقی اصولوں کی روشنی میں بھی ضروری ہے۔ اسلام میں اخلاقی قانون سازی ایک مکمل ضابطہ حیات پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت اور بالخصوص احادیث نبویؐ اس قانون سازی کا مرکز ہیں۔ جب ہم بایوایٹھکس کی بات کرتے ہیں تو اسلامی اخلاقیات ان مسائل کو "مقاصد شریعت" (الضروریات الخمس) کی روشنی میں پرکھتی ہے جن میں: حفظ نفس، حفظ دین، حفظ عقل، حفظ نسل، اور حفظ مال شامل ہیں۔

جدید تجرباتی سائنس میں انسان کی زندگی، نسل، عقل اور وقار کو براہ راست چیلنج کرنے والے معاملات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جینیاتی ترمیم (genetic editing) ایک طرف بیماریوں کے خاتمے کا ذریعہ بن سکتی ہے، مگر دوسری طرف یہ انسان کے خالق ہونے کے احساس کو چیلنج بھی کرتی ہے۔ اسی طرح کلوننگ، جو بظاہر سائنس کا ایک عظیم کارنامہ ہے، مگر اسلامی اخلاقیات کی نظر میں یہ انسانی تخلیق کے اصل ماخذ اور اللہ تعالیٰ کی خلاقیت پر اثر انداز ہونے کی کوشش قرار پاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" 21

"جس نے دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

یہ حدیث اخلاقی قانون سازی کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ سائنسی تحقیق میں شفافیت، صداقت اور نیت کی صفائی بنیادی اصول ہیں۔ اگر سائنسی تجربات کسی غلط نیت یا دھوکہ دہی پر مبنی ہوں، تو وہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں ناقابل قبول ہوں گے۔ ایک اور حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد فرمایا:

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" 22

"نہ خود نقصان اٹھانا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا۔"

20 ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، 1992، جلد 1، صفحہ 123۔

21 مسلم، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، 2001، جلد 1، صفحہ 99

22 مالک، امام مالک بن انس، الموطأ، دار القلم، 2005، جلد 2، صفحہ 745

یہ اصول بائیو ایتھکس کی بنیاد ہے، خاص طور پر جینیاتی تجربات یا دوائیوں کے کلینیکل ٹرائلز میں، جہاں انسانی وقار، جسمانی سلامتی اور شعوری رضامندی (informed consent) کا تحفظ لازمی ہے۔ پہلی حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے سچائی اور شفافیت کو ایمانی معیار قرار دیا ہے۔ سائنسی تحقیق میں اس کا اطلاق اس بات پر ہوتا ہے کہ نتائج میں خیانت یا اعداد و شمار کی چوری علمی خیانت کے زمرے میں آتی ہے۔ دوسری حدیث اسلامی اخلاقی اصولوں کا خلاصہ ہے، جو بائیو ایتھکس کے بنیادی اصول "non-maleficence" (نقصان نہ پہنچانا) کے عین مطابق ہے۔

سائنسی تجربات اور اخلاقی قانون سازی

بائیو ایتھکس (Bioethics) اور تجرباتی سائنس

بائیو ایتھکس ایک ایسا علمی میدان ہے جو حیاتیاتی تحقیق، جدید سائنسی تجربات اور انسانی و حیوانی حیات پر اس کے اثرات کو اخلاقی اصولوں کے دائرے میں جانچنے اور متعین کرنے کا کام کرتا ہے۔ اسلامی تناظر میں بائیو ایتھکس کو صرف سائنسی ترقی کا مسئلہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ایک اخلاقی، روحانی، اور شرعی معاملہ گردانا جاتا ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں انسان کو ایک مقدس و مکرم ہستی مانا گیا ہے، چنانچہ انسانی جسم، اس کی روح، اور اس کی فطری ساخت کے ساتھ کوئی ایسا تجربہ یا سلوک نہیں کیا جا سکتا جو اس کے وقار، فطرت، یا مقاصد شریعت کے خلاف ہو۔ علامہ یوسف القرضاوی بائیو ایتھکس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلامی فقہ میں انسانی جسم کو ایک مقدس امانت تصور کیا گیا ہے، اور اس پر کوئی بھی تجربہ اسی وقت جائز ہو سکتا ہے

جب وہ تجربہ شرعی اصولوں، انسانی فلاح، اور رضامندی پر مبنی ہو۔"²³

یہ اقتباس اسلامی بائیو ایتھکس کے بنیادی اصول پر روشنی ڈالتا ہے کہ انسان کے جسم کو امانت سمجھا جائے، اور کوئی بھی سائنسی عمل یا تجربہ، اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتا جب تک وہ شریعت کی حدود، اخلاقی اصولوں اور فرد کی رضامندی پر مبنی نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلوننگ، جینیاتی ترمیم، یا ممبریور تحقیق جیسے سائنسی عمل صرف سائنسی مفاد کے تحت نہیں کیے جاسکتے بلکہ ان کے لیے شریعت کی باقاعدہ اخلاقی نگرانی ضروری ہے۔ اسی طرح، امام رازی سائنسی مشاہدات اور تجربات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"العقل أصل، والنقل فرع، فإذا ثبت بالعقل القاطع شيء، وجب حمل النقل عليه، ما

لم يكن في النقل ما يدل على تأويله."²⁴

امام رازی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل و تجربہ (سائنس) کو بھی دین میں ایک قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، بشرطیکہ وہ نقل (وحی و حدیث) کے اصولوں سے متصادم نہ ہو۔ بائیو ایتھکس کا اسلامی ماڈل اسی اصول پر استوار ہے کہ جہاں جدید سائنسی تجربات کو روکا نہیں جاتا بلکہ ان کی رہنمائی کی جاتی ہے، تاکہ وہ انسانیت کے لیے خیر، عدل اور فطرت کے مطابق ہوں۔

ڈاکٹر عبدالصبور شاہین انسانی تخلیق اور تجربات کی شرعی حدود کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اسلام تجرباتی سائنس کو اس وقت تک سراہتا ہے جب تک وہ انسانی شرافت، فطرت اور ربانی حدود کی پامالی نہ

کرے۔ تجربہ اگر انسان کو مصنوعی انداز سے بنانے یا اس کی فطری ساخت کو بگاڑنے لگے تو وہ نہ صرف حرام بلکہ

خطرناک بھی ہو جاتا ہے۔"²⁵

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسلامی اخلاقی قانون سازی میں سائنسی تجربات کے لیے ایک "ریڈ لائن" موجود ہے۔ جیسے جینیاتی انجینئرنگ یا کلوننگ اگر انسانی شرف، طبعی توازن یا نسل کی حفاظت جیسے مقاصد شریعت کے خلاف جائے تو اسے شریعت رد کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بائیو ایتھکس کے اسلامی اصول صرف فقہی نہیں بلکہ انسانی بقاء اور فطرت کی مطابقت پر بھی مبنی ہیں۔

سائنسی تجربات اور اخلاقی قانون سازی

²³ القرضاوی، یوسف، فقہ الحیاء، دار الشروق، 2003، جلد 2، صفحہ 152۔

²⁴ رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی، 1990، جلد 3، صفحہ 101۔

²⁵ شاہین، عبدالصبور، خلق الإنسان بین الطب والقرآن، دار القلم، 1996، صفحہ 85۔

بایو ایتھکس (Bioethics) اور تجرباتی سائنس

بایو ایتھکس ایک جدید سائنسی و اخلاقی میدان ہے جو حیاتیاتی، طبی اور سائنسی تحقیق سے جڑے اخلاقی سوالات اور چیلنجز کا جائزہ لیتا ہے۔ اسلام نے انسان کی جسمانی، ذہنی اور روحانی حیثیت کو بنیادی حیثیت دی ہے، اور ہر وہ عمل جو انسانی وقار، نسل یا جان کو نقصان پہنچائے، شریعت کی نگاہ میں قابلِ احتساب ہے۔ بایو ایتھکس کے تحت جن اہم موضوعات پر بحث کی جاتی ہے ان میں جینیاتی تدوین (Genetic Editing)، کلوننگ (Cloning)، مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) اور سائنسی تحقیق میں دیانت و صداقت شامل ہیں۔

جدید اخلاقی سوالات اور اسلامی تناظر

جینیاتی تدوین (Genetic Editing)

جینیاتی تدوین کے ذریعے انسان کے ڈی این اے میں تبدیلی ممکن ہو چکی ہے، جس سے بیماریاں ختم کرنے یا مستقبل کی نسلوں کو "بہتر" بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اسلامی تناظر میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا انسانی فطرت میں ایسی مداخلت جائز ہے؟ علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"جو تبدیلی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں بگاڑ پیدا کرے، وہ خَلْقِ خدا کی تحریف ہے اور ممنوع ہے۔ ہاں اگر کسی مرض کے علاج یا فطری نقص کے ازالے کے لیے ہو تو وہ جائز ہو سکتی ہے۔"²⁶

یہ اقتباس اس اصول کو واضح کرتا ہے کہ شریعت تبدیلی کو مطلقاً نہیں روکتی، بلکہ نیت اور مقصد کی بنیاد پر فیصلہ کرتی ہے۔ اگر جینیاتی تدوین بیماری کے علاج یا انسانی تکلیف کو دور کرنے کے لیے کی جائے، تو وہ قابلِ قبول ہو سکتی ہے، مگر "نسل کی بہتری" کے نام پر غیر فطری تجربات ممنوع ہوں گے۔

کلوننگ (Cloning)

کلوننگ کے ذریعے جینیاتی اعتبار سے ہم شکل انسان یا جانور پیدا کیے جاسکتے ہیں، جو انسانی تخلیق کے عمل میں براہِ راست مداخلت ہے۔ اسلامی علماء کی اکثریت اس کے غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہونے پر متفق ہے۔ شیخ صالح الفوزان بیان کرتے ہیں:

"الاستنساخ البشري تدخل في عمل الخالق، ولا يجوز إلا فيما كان فيه مصلحة معتبرة ولا يخالف نصاً شرعياً."²⁷

شیخ الفوزان کی یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ انسانی کلوننگ تخلیقِ الٰہی میں دخل اندازی ہے اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہو سکتی ہے جب کوئی شرعی ممانعت نہ ہو اور اس میں واضح مصلحت ہو۔ لیکن انسانوں کی نقل تیار کرنا ایک خطرناک اقدام ہے جو نسل، شناخت اور انسانی وقار کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔

جدید اخلاقی سوالات اور اسلامی اصول

سائنس آج جن سوالات کا سامنا کر رہی ہے، ان میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ "کیا ہر وہ چیز جس کا تجربہ ممکن ہے، وہ اخلاقاً بھی درست ہے؟"۔ مثلاً جینیاتی تدوین کی مدد سے بچوں کی ذہانت، جسمانی طاقت یا رنگت کو بدلنے کی کوشش کی جاسکتی ہے، مگر کیا یہ عمل اخلاقی طور پر درست ہوگا؟ یہاں ہمیں نبی کریم ﷺ کا وہ فرمان یاد آتا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ إِذَا كَتَبَ شَيْئًا كَتَبَ مَحَاسِنَهُ وَمَسَاسِنَهُ."

"جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مقدر کرتا ہے تو اس کے فوائد اور نقصانات بھی لکھ دیتا ہے۔"²⁸

²⁶ القرضاوی، یوسف، الحلال والحرام فی الاسلام، دار القلم، 2006، صفحہ 89

²⁷ الفوزان، صالح، البیان لأخطاء بعض الكتاب، دار الوطن، 1999، صفحہ 122

²⁸ ابوداؤد، السنن، دار الرسالۃ العالمیہ، 2009، جلد 4، صفحہ 179

اس حدیث سے یہ اصول حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک توازن اور حد کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ قدرت کے اس توازن کو بگاڑے۔ جینیاتی ترمیم کے ذریعے اگر کسی انسان کی فطری ساخت کو مصنوعی انداز میں بدلا جائے تو یہ نہ صرف فطرت سے بغاوت ہے بلکہ ممکنہ طور پر انسانی نسل اور معاشرے پر خطرناک اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ اسی طرح مصنوعی ذہانت (AI) کے میدان میں اخلاقی سوالات یہ ہیں کہ کیا ایک خود کار مشین کو انسانی فیصلے کرنے دیے جاسکتے ہیں؟ کیا AI کی مدد سے عدالت، طب، یا جنگ جیسے اہم شعبوں میں فیصلے لینا اخلاقی ہوگا؟ قرآن مجید میں انسانی عقل اور تدبر کو بڑی اہمیت دی گئی ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ."²⁹

"اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔"

تشریح: اس آیت میں انسان کو عزت و تکریم دیے جانے کی بنیاد اس کی عقل اور فہم پر ہے۔ اگر مشین نظام انسان کی جگہ فیصلے کرنے لگیں تو یہ انسانی وقار کی نفی ہوگی۔ AI کا استعمال صرف مدد اور سہولت کے طور پر قابل قبول ہے، نہ کہ انسانی شعور کی مکمل جگہ لینے کے لیے۔

اسلامی اجتہاد کی روشنی میں جدید سائنسی چیلنجز

حدیث اور سائنسی اخلاقیات کی تطبیق

جدید سائنسی ترقیات، جیسے کہ جینیاتی تدوین (genetic editing)، کلوننگ، مصنوعی ذہانت (AI)، اور حیاتیاتی تحقیق نے انسان کو کائنات کے باریکیوں میں جھانکنے کا موقع دیا ہے۔ لیکن ان سائنسی امکانات کے ساتھ ساتھ پیچیدہ اخلاقی اور شرعی سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان سوالات کا جواب دینا محض علمی سطح پر کافی نہیں بلکہ اسلامی شریعت کی روشنی میں اجتہادی طریق کار اختیار کرنا گزیر ہو جاتا ہے تاکہ انسانیت کو ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی بصیرت بھی مہیا ہو۔ اسلامی اجتہاد کا بنیادی مقصد انسانی زندگی کو الٰہی احکام کے مطابق ڈھالنا ہے، خاص طور پر جب شریعت کے بنیادی مصادر (قرآن و سنت) میں کسی مسئلے کا صریح ذکر نہ ہو۔ اس ضمن میں حدیث نبوی کی روشنی میں سائنسی اخلاقیات کی تفہیم نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث ایسی ہیں جن سے اجتہادی اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں، اور انہی کی روشنی میں جدید سائنسی مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا ضرر ولا ضرار"³⁰

"نہ خود نقصان پہنچاؤ اور نہ دوسرے کو نقصان دو۔"

یہ حدیث ایک کلی اخلاقی اصول فراہم کرتی ہے، جس کی روشنی میں سائنسی تجربات اور ایجادات کے فوائد و نقصانات کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی سائنسی عمل انسانی جان، عزت، عقل یا نسل کو نقصان پہنچانے کا خطرہ رکھتا ہو، تو وہ اسلامی اخلاقیات کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے:

"من غش فليس منا"³¹

"جو دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں۔"

یہ اصول سائنسی تحقیق میں دیانت، شفافیت، اور سچائی کو بنیادی معیار قرار دیتا ہے۔ موجودہ سائنسی دنیا میں جب ڈیٹا کی جعلسازی، تحقیق میں غلط بیانی، یا غیر شفاف پٹینٹ (patent) کارحجان عام ہے، تو اسلامی حدیثی تعلیمات اسے سختی سے رد کرتی ہیں۔ ان احادیث کی بنیاد پر فقہاء اور مفکرین اجتہادی طور پر ایسے ضوابط بنا سکتے ہیں جو سائنس کو انسانی خدمت اور خدا کی رضا کے تابع کر دیں۔

اجتہادی حل اور اصول شریعت: مقاصد شریعت

اسلامی شریعت کے مقاصد (مقاصد الشریعہ) میں پانچ بنیادی تحفظات شامل ہیں: حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، اور حفظ مال۔ ان مقاصد کی بنیاد پر سائنسی ترقی کا جائزہ لینا نہایت اہم ہے۔ امام شافعی نے اپنی مشہور تصنیف میں لکھا:

²⁹ القرآن، سورہ الاسراء، 70:17

³⁰ مالک، امام مالک، الموطأ، دار احیاء التراث العربی، 1985، جلد 2، صفحہ 746

³¹ مسلم، امام مسلم بن الحجاج، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، 1991، جلد 1، صفحہ 99

"الشريعة كلها مصالح، إما تدرأ مفاسد أو تجلب مصالح."³²

"شریعت سراسر مصالح پر مبنی ہے، جو یا تو نقصان کو روکنے کے لیے ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے۔"

یہ اصول اجتہاد کے لیے زبردست بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مثلاً اگر جینیاتی تدوین کا کوئی تجربہ "حفظ نسل" کے مقصد کے خلاف جاتا ہے تو وہ جائز نہیں ہوگا، چاہے وہ طبی نکتہ نظر سے فائدہ مند ہو۔ لیکن اگر کوئی سائنسی تحقیق انسانی جان بچانے کے لیے ہو، جیسے کہ جینیاتی بیماریوں کا علاج، تو اس کی اجازت اجتہاد کے اصول پر ممکن ہے، بشرطیکہ وہ "حفظ نفس" اور "حفظ عقل" کے اصول سے ہم آہنگ ہو۔ ایک اور مقام پر نبی ﷺ نے فرمایا:

"إنما الأعمال بالنیات"³³

"اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔"

یہ حدیث سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہر عمل کو نیت کے دائرے میں لے آتی ہے۔ اگر کسی سائنسی ایجاد کی نیت محض تجارتی مفاد ہو، تو وہ عمل اخلاقی طور پر مشتبہ ہوگا، اور اگر وہ انسانی فلاح کے لیے ہو تو اسلام میں اس کی گنجائش پیدا کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ دیگر مقاصد شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔

حدیث اور سائنسی اخلاقیات کی تطبیق

اسلامی شریعت کی ایک منفرد خوبی یہ ہے کہ یہ نہ صرف ماضی و حال بلکہ مستقبل کے چیلنجز کے لیے بھی اصولی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جدید سائنسی ترقیات جیسے جینیاتی تدوین، مصنوعی ذہانت، نیو ٹیکنالوجی، مصنوعی تولید، اعضاء کی پیوند کاری، اور انسانی دماغ میں مشینیں مداخلت جیسے امور ایسے مسائل پیدا کرتے ہیں جن پر قدیم فقہی ذخیرے میں براہ راست بات نہیں کی گئی۔ تاہم، ان مسائل کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں سمجھنے اور ان کے حل کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ اس باب میں ہم یہ جائزہ لیں گے کہ کس طرح حدیث نبوی اور اسلامی فقہی اصول، جدید سائنسی اخلاقیات سے ہم آہنگ کیے جاسکتے ہیں۔

جدید سائنسی چیلنجز اور شریعت

جدید سائنسی ترقیات نے جہاں انسانی زندگی میں بے شمار سہولتیں فراہم کی ہیں، وہیں کئی اخلاقی و دینی مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ مثلاً:

1. جینیاتی تدوین (Genetic Editing)

2. مصنوعی ذہانت (AI) کا اخلاقی استعمال

3. نانو ٹیکنالوجی میں انسانی جسم میں مداخلت

4. کلوننگ اور مصنوعی تولید

5. اعضاء کی منتقلی (Organ Transplantation)

یہ تمام مسائل ایسے ہیں جن پر کلاسیکی فقہ میں براہ راست کوئی حکم موجود نہیں، لیکن اجتہادی اصولوں کی مدد سے ان کے لیے رہنما اصول طے کیے جاسکتے ہیں۔

اجتہادی حل اور اصولی شریعت: مقاصد شریعت کی روشنی میں

اسلامی فقہ میں مقاصد الشریعہ (Objectives of Islamic Law) کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"الشريعة إنما وُضعت للمحافظة على الضروریات الخمس: الدين، والنفس، والعقل،

والنسل، والمال."³⁴

تشریح: امام شافعیؒ کے مطابق شریعت کا اصل مقصد پانچ بنیادی انسانی ضرورتوں کا تحفظ ہے: دین، جان، عقل، نسل، اور مال۔ ان مقاصد کی روشنی میں ہم جدید سائنسی مسائل کا جائزہ لیتے ہیں:

³² شافعی، ابوالسحاق الشافعی، الموافقات، دار المعرفۃ، 1996، جلد 1، صفحہ 17

³³ بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، الصحیح، دار ابن کثیر، 2002، جلد 1، صفحہ 3

³⁴ الشافعی، ابوالسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، دار ابن عفان، 1997، جلد 2، صفحہ 8

1. حفظ النفس (جان کا تحفظ)

مصنوعی ذہانت یا روبوٹکس کے ذریعے انسانی جان کو خطرے میں ڈالنے والے اقدامات قابل مذمت ہوں گے، جیسے خود کار ہتھیار یا ڈیپ فیک مواد جو کسی کو بدنام کر کے جان لیوا نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

2. حفظ النسل (نسل کا تحفظ)

کلوٹنگ یا جینیاتی تدوین کے ذریعے انسانی نسل کے فطری نظام میں مداخلت کرنا صرف اس وقت جائز ہوگا جب یہ کسی جان لیوا بیماری کے علاج کے لیے ہو، اور شریعت کی حدود میں ہو۔

3. حفظ المال (مال کا تحفظ)

نانو ٹیکنالوجی یا AI میں تجارتی فراڈ یا مصنوعی انداز سے منڈی کو کنٹرول کرنے والے سسٹمز شریعت کی رو سے ممنوع ہوں گے کیونکہ وہ لوگوں کے مال پر ناجائز قبضے کے مترادف ہیں۔

4. حفظ العقل (عقل کا تحفظ)

اگر کوئی سائنسی ایجاد انسانی سوچ کو کنٹرول کرے یا اس کی آزادی چھینے، تو یہ مقاصد شریعت کے خلاف ہوگا۔

5. حفظ الدین (دین کا تحفظ)

اگر کوئی سائنسی عمل انسان کے عقائد یا عبادات کو متاثر کرے، تو اس پر نظر ثانی ضروری ہوگی۔

حدیث نبوی کی تطبیق

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا ضرر ولا ضرار"³⁵

یہ حدیث "عدم ضرر" کا ایک جامع اصول فراہم کرتی ہے جو اجتہاد میں ایک بنیادی قاعدے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ایسا سائنسی اقدام جس میں انسان یا معاشرے کو نقصان پہنچے، شریعت کی رو سے قابل گرفت ہوگا۔

حدیث نبوی اور انسانی جان کی حرمت

اسلام نے انسانی جان کی حرمت کو بنیادی اخلاقی اصول قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث میں انسان کی جان، مال اور عزت کی حرمت کو مسجد الحرام کی حرمت سے بھی زیادہ اہم قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن دماءكم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام، كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا،

في بلدكم هذا."

"بے شک تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں، جیسے اس مہینے، اس دن اور اس شہر کی حرمت ہے۔"³⁶

یہ حدیث سائنسی تجربات میں انسانوں پر تجربہ کرنے، انسانی اعضاء کی بیوند کاری، جینیاتی تحقیق یا کلوٹنگ جیسے معاملات میں اخلاقی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جب ایک انسان پر تجربہ کیا جاتا ہے یا اس کے جینیاتی کوڈ میں ردوبدل کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کی جان، عزت اور نسل پر اثر پڑ سکتا ہے، اور ان تمام عناصر کا تحفظ حدیث کی روشنی میں لازم ہے۔ یہ حدیث نبوی انسانی وقار کی مکمل پاسداری کا حکم دیتی ہے۔ سائنسی میدان میں اگر کوئی تحقیق انسانی جان کو خطرے میں ڈالے، یا کسی کے جسمانی اعضاء کو بغیر شرعی اجازت استعمال کرے، تو یہ اقدام اس نبوی اصول کی خلاف ورزی ہوگا۔ چنانچہ اخلاقی طور پر کسی بھی سائنسی عمل کو اس وقت تک جائز نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک وہ انسانی جان کے احترام کے دائرے میں ہو اور شریعت کے مقاصد کو متاثر نہ کرے۔

³⁵ ابن ماجہ، السنن، دارالرسالۃ، 2009، جلد 2، صفحہ 784

³⁶ بخاری، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سمع شیئاً فراجع فیہ، دار طوق النجاة، 2001، حدیث: 67

کلوٹنگ و جینیاتی تحقیق: حدود اور اخلاقی رہنمائی

کلوٹنگ (Cloning) اور جینیاتی ترمیم (Gene Editing) جیسے جدید سائنسی میدان نہ صرف سائنسی برتری کے مظہر ہیں بلکہ اخلاقی، قانونی اور مذہبی سطح پر بھی بہت سے چیلنجز پیش کرتے ہیں۔ اسلام ان مسائل کے حل کے لیے اجتہاد اور حدیث کی روشنی میں ایک واضح اخلاقی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من سنَّ في الإسلام سنةً حسنةً فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة، ومن

سنَّ سنةً سيئةً فعليه وزرها ووزر من عمل بها إلى يوم القيامة."

"جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا، تو اس کے لیے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ہے، اور

جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا، تو اس پر اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے، قیامت تک۔"³⁷

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جو طریقہ معاشرے میں رائج کیا جائے، اس کی ذمہ داری لینے والے پر اخلاقی اور شرعی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ جینیاتی ترمیم یا کلوٹنگ جیسے اعمال کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ ان کے اجتماعی و اخلاقی اثرات پر منحصر ہے۔ اگر یہ عمل انسان کی فطرت میں غیر ضروری مداخلت، نسل کے فساد یا مال کے ضیاع کا باعث ہو، تو وہ شریعت کی روشنی میں ممنوع ہوگا۔

اسلامی اصولوں کے مطابق جینیاتی تجربات کے لیے درج ذیل حدود مقرر کی جاسکتی ہیں:

- انسان کی فطری ساخت میں ایسی تبدیلی نہ ہو جو شریعت کی روح کے خلاف ہو۔
- تجربات کا مقصد صرف علاج یا انسانی بھلائی ہو، تجارتی یا استحصالی نہ ہو۔
- تجربہ کرنے سے پہلے ماہر علماء، فقہاء اور سائنسدانوں پر مشتمل کونسل کی اجازت ہو۔

ماحولیاتی سائنس اور حدیث میں تحفظ فطرت

ماحولیاتی تحفظ جدید سائنس کا اہم موضوع ہے۔ احادیث نبویؐ میں فطرت، جانوروں، درختوں، پانی اور زمین کے ساتھ حسن سلوک کی واضح تعلیمات موجود ہیں۔ ایک مشہور حدیث میں آتا ہے:

"من أحيأ أرضاً ميتةً فهي له."³⁸

"جس نے مردہ زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہوگئی۔"

یہ حدیث فطرت کو دوبارہ زندہ کرنے، زمین کو آباد کرنے اور ماحول کی بہتری کی ترغیب دیتی ہے۔ سائنسی اعتبار سے یہ حدیث ماحول دوست ترقی اور سبز ٹیکنالوجی کی حمایت کرتی ہے۔ ماحولیاتی سائنسدان، جو زمینی آلودگی، گلوبل وارمنگ یا حیاتیاتی تنوع پر تحقیق کر رہے ہیں، ان کے لیے یہ حدیث اصولی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ ان کا کام اسلامی اخلاقیات کے تحت ہو اور زمین کی بہتری کا باعث بنے، نہ کہ اس کے نقصان کا۔

اسلامی تعلیمات میں سائنس و اخلاق کا توازن بنیادی اصول ہے

اسلامی فکر میں علم کے حصول کی ترغیب صرف دنیاوی ترقی کے لیے نہیں، بلکہ انسانیت کی فلاح، عدل، اور تقویٰ کے فروغ کے لیے ہے۔ چنانچہ سائنسی تجربات جب تک مقاصد شریعت یعنی حفظِ نفس، حفظِ عقل، حفظِ دین، حفظِ نسل، اور حفظِ مال کے تقاضے پورے کرتے ہیں، وہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن سمجھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

"الشريعة كلها مصالح، إما درء مفاسد أو جلب مصالح."³⁹

³⁷ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة، دار إحياء التراث العربی، 1995، حدیث: 1017

³⁸ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب إحياء الموات، دار الرسالة العالمية، 2009، حدیث: 3073

³⁹ الشافعی، أبو إسحاق إبراهيم، المواقفات فی أصول الشريعة، دار المعرفة، 1997، جلد 2، صفحہ 7۔

یہ اقتباس اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی قانون سازی اور اجتہاد کی بنیاد انسانی مصلحت پر ہے، اور جب کوئی سائنسی تجربہ انسانی نسل یا عقل یا جان کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ ان کی حفاظت کرے، تو وہ اجتہادی اصولوں کے مطابق مشروع قرار پاتا ہے۔ حدیث نبوی کی روشنی میں انسانی وقار اور جان کی حرمت، سائنسی اخلاقیات کے لیے بنیادی اصول مہیا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان:

"لا ضرر ولا ضرار."⁴⁰

یہ حدیث سائنسی اخلاق میں ایک بنیادی رہنما اصول ہے: کوئی ایسا سائنسی تجربہ جو کسی انسان کو ضرر پہنچائے یا اس کی عزت نفس کو پامال کرے، شریعت کی رو سے ناقابل قبول ہے۔ جدید تجرباتی سائنس جیسے کلوننگ، جینیاتی ترمیم یا AI میں انسانی شعور کی نقل ان سب کو اس اصول پر جانچنا ضروری ہے۔ سائنسی تجربات کو اسلام میں ممنوع نہیں کیا گیا، بلکہ ان کی اخلاقی نگرانی کو ضروری قرار دیا گیا ہے اسلام نے تجربات کو عقل و برہان کی بنیاد قرار دیا ہے، بشرطیکہ ان میں افراط نہ ہو اور شریعت کی حدود کو پامال نہ کیا جائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"العلم بلا أخلاق دمار، والعمل بلا ضمير شر مستطير."⁴¹

یہ قول اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ علم (بشمول سائنسی تجربات) اگر اخلاق سے خالی ہو، تو وہ فساد و تباہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس لیے اجتہاد کے ذریعے اخلاقی حدود کی نشان دہی ضروری ہے۔ جدید چیلنجز جیسے مصنوعی ذہانت (AD)، جینیاتی تحقیق، اور ماحولیاتی تجربات کے لیے اسلامی اجتہاد رہنمائی فراہم کر سکتا ہے اسلامی قانون جامد نہیں بلکہ متحرک ہے، اور اجتہاد کے اصول اس کی تطبیق کے لیے تشکیل دیے گئے ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی تناظر میں اجتہاد کو "اسلامی قانون کا انجن" قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اجتہاد وہ لچکدار قوت ہے جو اسلامی قانون کو زندگی کی مسلسل تبدیلیوں سے ہم آہنگ رکھتی ہے۔"⁴²

یہ تصور ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ جب نئی سائنسی ایجادات سامنے آئیں، تو ہمیں ان پر حرمت یا جواز کا حکم دینے سے پہلے، اجتہادی اصولوں کے ذریعے ان کی ماہیت، اثرات، اور حدود کو پرکھنا چاہیے۔

یہ اصول سائنسی تحقیق پر براہ راست لاگو ہوتا ہے: اگر تحقیق کی نیت خیر ہے، انسانیت کی خدمت ہے، اور نیت میں اخلاص ہے، تو وہ تجربہ اسلامی اصولوں کے دائرے میں آتا ہے۔ لیکن اگر تجربہ استحصال، ظلم یا فتنہ کا ذریعہ ہو، تو وہ ناپسندیدہ اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

نتائج

1. احادیث نبوی میں اخلاقی اصولوں کی بنیاد مکمل طور پر موجود ہے، جنہیں جدید سائنسی تجربات کی اخلاقی رہنمائی کے لیے کامیابی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔
2. اسلامی اجتہاد ایک فعال اور لچکدار فکری نظام فراہم کرتا ہے جو عصر حاضر کے سائنسی چیلنجز (جیسے کلوننگ، جینیاتی تدوین، AI، وغیرہ) کے لیے قابل قبول حل مہیا کرتا ہے۔
3. مقاصد شریعت (حفظ نفس، دین، عقل، نسل، مال) کی بنیاد پر سائنسی تحقیق اور بایو ایٹھکس میں اسلامی قانون سازی کی ایک واضح اور جامع ساخت فراہم کی جاسکتی ہے۔
4. سائنس کی غیر جانبدار فطرت اور حدیث نبوی کی اخلاقی روشنی دونوں مل کر ایک ایسا معتدل راستہ فراہم کرتی ہیں جہاں ترقی اور اخلاقی اقدار باہم متصادم نہیں ہوتے بلکہ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔

⁴⁰ ابن ماجہ، السنن، دار الرسالة، 2009، جلد 2، صفحہ 784۔

⁴¹ الغزالی، أبو حامد محمد، إحياء علوم الدين، دار المعرفة، 2005، جلد 1، صفحہ 92۔

⁴² اقبال، محمد، تجدید فکریات اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1990، صفحہ 114۔

5. جدید تجربہ گاہوں اور تحقیقی مراکز میں اخلاقیات کی کمی کو اسلامی اصولِ نیت، صداقت، دیانت، اور انسانیت کی عزت و حرمت کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے۔
6. احادیث میں بار بار انسانی جان، عزت، اور فطرت کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے، جو ماحولیاتی سائنس، بائیو ٹیکنالوجی اور ہیومن ریسرچ میں رہنما اصولوں کے طور پر لاگو کیے جاسکتے ہیں۔
7. فقہی اصول جیسے استصلاح، استخسان، اور مصالحِ مرسلہ کو جدید سائنسی مسائل پر تطبیق دے کر شرعی فتاویٰ مرتب کیے جاسکتے ہیں جو نہ صرف دینی لحاظ سے معتبر بلکہ اخلاقی طور پر بھی قابل قبول ہوں۔
8. روایتی فقہاء اور جدید سائنسی ماہرین کے درمیان مکالمہ (interdisciplinary dialogue) کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، تاکہ دونوں علم کی دنیا ایک دوسرے کو بہتر انداز سے سمجھ سکیں۔
9. اسلامی اخلاقیات کی بنیاد وحی، عقل اور فطرتِ انسانی کی ہم آہنگی پر ہے، جو جدید سائنس کے تیزی سے بدلتے ہوئے ماحول میں مستقل رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔
10. مقالے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اسلامی اجتہاد اور سائنسی تحقیق میں کوئی تضاد نہیں، بشرطیکہ دونوں کے مابین رابطے، فہم، اور علمی بنیاد پر مکالمہ قائم ہو۔

سفارشات:

1. اسلامی علوم، سائنس، اور اخلاقیات کے ماہرین پر مشتمل تحقیقی ادارے قائم کیے جائیں جہاں سائنسی ترقیات کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں پرکھا جائے اور اجتہادی طریقوں سے جدید مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔
2. خاص طور پر بائیو ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت، اور طب جیسے حساس شعبوں میں جہاں اخلاقی فیصلے درکار ہوں، وہاں فقہ، محدث اور اصولی علماء کی رائے شامل کی جائے تاکہ فیصلے شرعی اصولوں کے مطابق ہوں۔
3. سائنسی فیصلوں کی اخلاقی بنیادیں طے کرتے وقت حدیثِ نبوی کو صرف مذہبی روایت کے طور پر نہیں بلکہ انسانی فلاح کے ایک عالمگیر ضابطے کے طور پر شامل کیا جائے۔
4. اجتہاد محض انفرادی رائے یا جذبات پر مبنی نہ ہو بلکہ اصولِ فقہ، علمِ حدیث، مقاصدِ شریعت اور عصری علوم کی بنیاد پر منظم اور باقاعدہ طریقے سے انجام دیا جائے۔
5. کانفرنسیں، ورکشاپس، اور پالیسی فورمز منعقد کیے جائیں جہاں علماء، سائنسدان، فلسفی اور ماہرینِ قانون اکٹھے ہو کر مکالمہ کریں تاکہ باہمی فہم کو فروغ ملے۔
6. مدارس اور جامعات میں ایسا نصاب تیار کیا جائے جو طلبہ کو حدیث و فقہ کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی اخلاقیات اور اجتہادی مہارتیں بھی فراہم کرے۔
7. ہر مکتبِ فکر سے نمائندہ اجتہادی کونسلیں قائم کی جائیں تاکہ اجتہاد کا عمل انفرادی کوششوں سے نکل کر اجتماعی شعور کا حصہ بنے۔

خلاصہ

"سائنس، حدیث اور اخلاقی قانون سازی: اسلامی اجتہاد اور جدید سائنسی تجربات کے درمیان تعلق" کے موضوع پر یہ تحقیقی مطالعہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ کس طرح اسلامی شریعت، خاص طور پر حدیثِ نبوی ﷺ، جدید سائنسی ترقیات کے تناظر میں ایک جامع، متوازن اور اخلاقی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ جدید سائنس محض تجربات اور نتائج پر مشتمل نہیں بلکہ انسانی اقدار اور اخلاقی فیصلوں کا بھی تقاضا کرتی ہے۔ ایسے میں اسلامی اجتہاد ایک زندہ اور متحرک اصول کی حیثیت رکھتا ہے جو سنتِ نبوی اور مقاصدِ شریعت کو بنیاد بنا کر جدید مسائل کے قابل عمل اور اخلاقی حل تجویز کر سکتا ہے۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ نہ صرف سائنس کو اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں منضبط کرنا ممکن ہے، بلکہ سنتِ نبوی کو جدید اخلاقی قانون سازی میں بطور اصول رہنمائی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مقالے میں اجتہاد کی

معاصر صورتوں، سائنسی تجربات کے چیلنجز، اور حدیث نبوی کی تعبیرات پر تفصیلی تجزیہ کیا گیا، جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اگر اسلامی معاشرے سائنس اور شریعت کے باہمی تعامل کو علمی بنیادوں پر فروغ دیں، تو ایک ایسا نظام قانون سازی ممکن ہے جو نہ صرف جدید تقاضوں کو پورا کرتا ہے بلکہ دینی و اخلاقی اقدار کا بھی پاسدار رہتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابن خلدون۔ المقدمة۔ بیروت: دار الفکر، 2004۔
2. الشافعی، ابوالحسن۔ المواقفات فی اصول الشریعہ۔ بیروت: دار المعرفہ، 2005۔
3. صحیح البخاری۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1987۔
4. المصنفی، احمد بن حسین۔ شعب الایمان۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990۔
5. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث۔ السنن۔ بیروت: دار الرسالہ العالمیہ، 2009۔
6. سنن ابن ماجہ۔ السنن۔ بیروت: دار الرسالہ، 2009۔
7. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الادب المفرد۔ ریاض: مکتبۃ المعارف، 1995۔
8. القرطابی، یوسف۔ الاجتهاد فی الشریعۃ الاسلامیہ: معالم وضوابط۔ دمشق: دار القلم، 2003۔
9. منصور، محمد طاہر۔ جدید طبّی مسائل اور اسلامی فقہ۔ لاہور: ادارہ تحقیق و اصلاح، 2010۔
10. الشافعی، محمد بن ادریس۔ الرسالۃ۔ بیروت: دار المعرفہ، 1973۔
11. مالک بن انس۔ الموطأ۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985۔
12. ابن عابدین، محمد امین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ بیروت: دار الفکر، 1992۔
13. الغزالی، ابو حامد محمد۔ المستصفی من علم الاصول۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993۔
14. سرخسی، محمد بن احمد۔ أصول السرخسی۔ بیروت: دار المعرفہ، 1997۔
15. قرافی، احمد بن ادریس۔ الفروق۔ بیروت: عالم الکتب، 1998۔
16. مسلم، امام مسلم بن الحجاج۔ الصحیح۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1991۔
17. القرطابی، یوسف۔ فقہ الحیاء۔ قاہرہ: دار الشروق، 2003۔
18. رازی، فخر الدین۔ التفسیر الکبیر۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1990۔
19. شاہین، عبدالصبور۔ خلق الانسان بین الطب والقرآن۔ دمشق: دار القلم، 1996۔
20. القرطابی، یوسف۔ الحلال والحرام فی الاسلام۔ دمشق: دار القلم، 2006۔
21. الفوزان، صالح۔ البیان لاخطاء لبعض الکتاب۔ ریاض: دار الوطن، 1999۔
22. الغزالی، ابو حامد۔ احیاء علوم الدین۔ بیروت: دار المعرفہ، 2005۔
23. اقبال، محمد۔ تجدید فکریات اسلام۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1990۔

Bibliography

1. Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail. Sahih al-Bukhari. Beirut: Dar Ibn Kathir, 1987.
2. Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail. Al-Adab al-Mufrad. Riyadh: Maktabat al-Ma'arif, 1995.
3. Al-Ghazali, Abu Hamid. Al-Mustasfa min Ilm al-Usul. Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1993.
4. Al-Ghazali, Abu Hamid. Ihya Ulum al-Din. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 2005.

5. Al-Qaradawi, Yusuf. *Al-Ijtihad fi al-Shari'ah al-Islamiyyah: Ma'alim wa Dawaabit*. Damascus: Dar al-Qalam, 2003.
6. Al-Qaradawi, Yusuf. *Al-Halal wal-Haram fi al-Islam*. Damascus: Dar al-Qalam, 2006.
7. Al-Qaradawi, Yusuf. *Fiqh al-Hayat*. Cairo: Dar al-Shuruq, 2003.
8. Al-Razi, Fakhr al-Din. *Al-Tafsir al-Kabir*. Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1990.
9. Al-Sarakhsi, Muhammad ibn Ahmad. *Usul al-Sarakhsi*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1997.
10. Al-Shafi'i, Muhammad ibn Idris. *Al-Risalah*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1973.
11. Al-Shatibi, Abu Ishaq. *Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 2005.
12. Al-Shatibi, Abu Ishaq. *Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah*. Dammam: Dar Ibn Affan, 1997.
13. Al-Zurqani, Muhammad ibn Abd al-Baqi. *Sharh al-Muwatta'*. Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1985.
14. Ibn 'Abidin, Muhammad Amin. *Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar*. Beirut: Dar al-Fikr, 1992.
15. Ibn Khaldun, Abd al-Rahman. *Al-Muqaddimah*. Beirut: Dar al-Fikr, 2004.
16. Ibn Majah. *Sunan Ibn Majah*. Beirut: Dar al-Risalah, 2009.
17. Imam Malik. *Al-Muwatta'*. Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1985.
18. Imam Malik. *Al-Muwatta'*. Damascus: Dar al-Qalam, 2005.
19. Imam Muslim. *Sahih Muslim*. Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1991.
20. Mansoori, Muhammad Tahir. *Jadeed Tibbi Masail aur Islami Fiqh*. Lahore: Idarah Tahqiq wa Islah, 2010.
21. al-Bayhaqi, Ahmad ibn Husayn. *Shu'ab al-Iman*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1990.
22. al-Fawzan, Saleh. *Al-Bayan li Akhta' Ba'd al-Kuttab*. Riyadh: Dar al-Watan, 1999.
23. Shahin, Abd al-Sabur. *Khalq al-Insan Bayna al-Tibb wal-Qur'an*. Damascus: Dar al-Qalam, 1996.
24. Muhammad Iqbal. *Tajdid Fikriyat-e-Islam*. Lahore: Idara Saqafat-e-Islamiya, 1990.